For quotations from this *Khutba* given in English translation, please see the link:

https://www.aaiil.uk/khutbas/friday-12jul-2024.htm

(۱۹۱۰ء کے ایام جلسہ سالانہ میں جو خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ
نے فرمایا درج ذیل ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ۔ اَمَّا بَعْدُ، اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ وَالْعَصْرِ۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔

تمام خطبے جو دنیا میں پڑھے جاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر آج تک، ان کا ابتدا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ۔ سے ہوتا ہے۔

اس کلمہ کا پہلا حصہ ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اس کے تین فائدے ہیں۔

(۱)۔ پہلا فائدہ یہ ہے کہ جو شخص اسے باواز بلند پڑھ لیتا ہے، ہم اسے مسلمان اور شرک سے بیزار سمجھ لیتے ہیں۔

(۲)۔ دوسرا فائدہ اس کا یہ ہے کہ جب اس کے معنوں پر حقیقی طور پر ایمان ہوتا ہے تو ایسا مومن دنیا کے تمام اسباب اور ذرائع کو تب ذریعہ مانتا ہے جب دیکھ لیتا ہے کہ میرا مولیٰ ان

کو اسباب بناتا ہے اور اسی نے ان میں تاثیر رکھ دی ہے۔

(۳)۔ تیسرا فائدہ جس کی شہادت تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام اولیاء کرام یک زبان ہو کر دیتے آئے ہیں یہ ہے کہ جب اس کلمہ کی کثرت کی جاوے اور اسے بار بار سمجھ کو دوہرایا جاوے تو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے اور اس کے قرب کی راہ میں جو حجاب اور پردے ہوتے ہیں وہ آسانی سے بتدریج اٹھ جاتے ہیں۔ فقرہ اول کے دو حصے ہیں ایک میں **لَآ اِلٰہَ** دوسرے میں **اِلَّا اللّٰہُ** ہے۔ پہلا حصہ گناہوں کے دور کرنے اور ان سے بچانے کا سامان ہے اور دوسرا نیکیوں کے حاصل کرنے کا ذریعہ۔ **لَآ اِلٰہَ** میں دنیا کے تمام معبودوں‘ محبوبوں اور مطلوبوں کی نفی ہے۔ جو کوئی چیز انسان کی نظر اور ایمان میں محبوب اور مطلوب ہی نہ رہے تو وہ ان امور پر جو گناہ ہیں جھک کیونکر سکتا ہے۔ اصل اشیاء جو اس کے لئے حلال ہیں وہ بھی جب اس کا مقصود بالذات نہ ہونگی تو جو اس پر حرام ہیں ان کی طرف تو وہ توجہ بھی نہیں کر سکتا۔ اس طرح پر یہ پہلا حصہ **لَآ اِلٰہَ** گناہوں سے بچانے کا ذریعہ ٹھہرتا ہے۔ کس کس طرح پر ہر ایک گناہ سے انسان اس حصہ پر ایمان لاکر بچ سکتا ہے یہ لمبی بحث ہے۔ دانشمند اس اصل پر جو میں نے بیان کر دیا ہے غور کریں۔ **اِلَّا اللّٰہُ** سے نیکیوں کی طرف توجہ کیونکر پیدا ہوتی ہے؟ اس طرح پر کہ جب انسان دنیا کے تمام مطلوبات و محبوبات کو فانی اور ادنیٰ یقین کر کے کامل الصفات خدا کے ساتھ پیوند کرتا ہے تو پھر اس کی تجلی اس کے تمام جذبات کو اپنی رضا کے نیچے کر لیتی ہے اور اس کا اصل مطلوب ہر امر میں خدا ہوتا ہے۔ پس وہ کسی کام کو کرتا ہی نہیں جب تک وہ اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھ لے۔ یعنی جہاں ایک طرف اسے نگران حال پاتا ہے وہاں دوسری طرف اس کی رضا اور اجازت کو دیکھتا ہے۔ اس طرح پر وہ نیکیوں کو حاصل کرتا ہے۔

پھر اس کلمہ کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے **اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ** کا جملہ اس لئے لگایا کہ آپ نے دیکھ لیا تھا کہ زمانہ گذشتہ میں جو ہادی دنیا کی ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً آئے‘ ایک زمانہ گذرنے کے بعد ان کو معبود بنا لیا گیا اور خدا

تعالیٰ کی معبودیت میں ان کو شریک کرلیا گیا۔ اس گند سے دنیا کو بچانے کے لئے آپؑ نے اس حصہ کو رکھا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگ ایک عبد سمجھیں اور آئندہ چونکہ اس امّت میں ولی ہوں گے اس لئے انہیں بھی کوئی معبود قرار نہ دے لے۔ پس میں **اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ** کو کلمہ کا متمم یقین کرتا ہوں اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ اس جزو پر ایمان لانے کے بدوں مومن بن ہی نہیں سکتا۔ جب انسان اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے جو **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ** کا منشاء ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی حسنات کاملہ پر غور کرتا اور اس کے اسماء اور افعال پر سوچتا ہے تو یقیناً اسے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں' اللہ تعالیٰ کی کتابوں' اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور تقدیر اور حشر نشر' پل صراط' جنت و نار پر ایمان لانا لابدی ہو جاتا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے صفات کے ہی ثمرات ہیں اور ایمان باللہ کے لئے لابد ہے کہ وہ اس کو صفات کاملہ سے موصوف یقین کرے۔ چونکہ اسی نے تقدیر کو بنایا۔ **ملائکہ** کو پیدا کیا۔ جنت و نار کو پیدا کیا۔ انبیاء علیہم السلام کو بھیجا۔ ان کو صحائف دیئے۔ اس لئے **ملائکہ** پر ایمان لانا۔ خدا کی کتابوں' اس کے رسولوں' تقدیر' حشر و نشر' پل صراط' جنت و نار پر ایمان لانا ضروری ہو جاتا ہے۔

پس میرے ایمان میں ایمان باللہ ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ ان باتوں پر بھی ایمان نہ لاوے۔ پھر ایمان کے بعد اس کا اثر انسان کے جوارح پر ہوتا ہے۔ جوراح سے جو امور سرزد ہوتے ہیں ان کا نام اعمال ہے۔ ان میں نماز ہے۔ روزہ ہے۔ حج ہے۔ اخلاق فاضلہ ہیں۔ رذائل سے بچنا ہے۔ ایمان باللہ اور ایمان کامل کے ساتھ اعمال بھی لابد ہیں۔ قرآن کریم سے یہ ظاہر ہوتا ہے جیساکہ فرمایا **وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ وَھُمْ عَلٰی صَلَاتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ۔** اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے تو وہ آخرت پر بھی ایمان لاتا ہے۔ یعنی اللہ پر ایمان لانا آخرت پر ایمان لانے کے لئے ضروری ہے۔ پھر اس ایمان کا اثر اعمال پر یوں پڑتا ہے کہ ایسے مومن اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ انہیں ضائع نہیں ہونے دیتے۔ پس یاد رکھو کہ جو شخص **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ**

کا دعویٰ کرے اور بایں نماز کا تارک ہو اور قرآن کریم کی اتباع میں سستی کرے' وہ اپنے اس لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے دعویٰ میں سچا نہیں جیساکہ یہ آیت ظاہر کرتی ہے۔

اس کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اقرار کے ساتھ ہمیں ضرورت پڑتی ہے کہ ہم قرآن شریف میں دیکھیں کہ آپ کس درجہ کے انسان تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بلند معلوم کرنے کے لئے مومنوں کو دو آیتیں' جو ادنیٰ تعداد شہادت کی ہے' سامنے رکھنی پڑتی ہیں۔ ایک جگہ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ اور دوسری جگہ فرمایا۔ کَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْماً اب غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو عظمتوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک تو عظیم اخلاق پر ہونا ہی بڑا ہوتا ہے پھر جس کو اللہ بڑا بنائے اس کا خیال کرو کہ وہ بڑائی کس شان کی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ جو کامل الصفات ہستی ہے اس کی طرف سے جس کو بڑائی عطا ہو وہ بڑائی ایسی نہیں ہو سکتی جس کا وہم یا اندازہ ہو سکے اور یہ بڑائی ایک تو اخلاق میں عطا کی۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بے مثل اخلاق کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ پھر عظیم فضل آپ پر کیا۔ اب غور کرو جس کو یہ دو عظمتیں حاصل ہوں اور فضل عظیم اور خلق عظیم وَالّا جن کا مقتدا ہو۔ انہیں کسی اور کی ریجھ ہی کیا ہو سکتی ہے؟ وَھُوَ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

پھر جو کتاب اللہ جل شانہ نے اس کامل انسان صاحب خلق عظیم و فضل عظیم پر نازل کی اس کے لئے دو گواہیاں میں پیش کرتا ہوں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ۔ اور پھر فرماتا ہے لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ۔ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا آپ وعدہ فرمایا اور دوسری آیت میں یہ فرمایا کہ باطل اس پر اپنا اثر نہیں کر سکتا۔ اب جس کتاب کا محافظ حق سبحانہ ہو اور وہ آئندہ کے لئے پیشگوئی کرتا ہے کہ اس کو باطل کرنے والی چیز نہیں بھیجیں گے تو ہمیں سائنس کا کیا ڈر اور کسی اندرونی یا بیرونی حملے کا کیا خوف؟

میں نے ہمیشہ یہ ظاہر کیا ہے کہ جس قدر سائنس اور دیگر علوم ترقی کریں گے اسی قدر

قرآن مجید کے کمالات کا اظہار ہو گا۔ اس کتاب کو لے کر ہمیں کسی حملے سے دنیا میں رہ کر گھبرانے کی حاجت نہیں کیونکہ ہمیں یقین ہے اور تجربہ نے بتادیا ہے کہ نہ اس میں تحریف ہوگی اور نہ یہ دنیا سے اٹھے گی۔ پس یہ کتاب کامل کتاب ہے اور یہی خالق فطرت نے بتا دیا ہے تو اس پر کسی حملہ کا ڈر نہیں اور نہ گھبرانے کی حاجت ہے۔ ہاں اگر ڈر ہے تو اس بات کا کہ بعض گھروں سے نکل کر دوسرے گھروں میں چلی جائے گی تو پچھلے بزرگوں کی روح کو کیسا ملال ہو گا۔ پس خوف ہے تو یہ ہے کہ کوئی اس کی اتباع سے نہ نکل جائے۔

موجودہ حالت میں میں دیکھتا ہوں کہ کچھ امراء ہیں' کچھ علماء اور سجادہ نشین ہیں اور کچھ وہ نوجوان ہیں جو قوم کے لئے کالجوں میں تعلیم پانے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ جب عملی رنگ میں یہی لوگ مذہبی امور میں ست ہوں تو عوام مخلوق کا کیا حال ہو سکتا ہے۔ اس لئے سورۃ **العصر** میں نے پڑھی ہے اور میرا مطلب اس میں یہ ہے کہ زمانہ جس طرح پر تیزی سے گزر رہا ہے اسی طرح ہماری عمریں تیزی سے گزر رہی ہیں......... اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ شریف میں جہاں انسانی عمر کے اس طرح تیزی سے گزرنے کی طرف متوجہ کیا ہے۔ ساتھ ہی اس سورۃ میں اس کا علاج بتایا ہے کہ تمہیں زمانہ کی پروا نہیں اگر ہمارا حکم مان لو۔ اس حکم کی تعمیل سے تم زندہ جاوید ہو جاؤ گے اور وہ یہ ہے کہ آپ مومن بنو اور اعمال صالحہ کرو۔ دوسرے کو مومن بناؤ اور حق کی وصیت کرو۔ حق کے پہنچانے میں تکالیف سے نہ ڈرو اور صبر و استقلال سے کام لو۔

اس علاج پر اگر مومن عمل کرے اور اس کو اپنا دستور العمل بنالے تو یقیناً یقیناً وہ ہمیشہ کی زندگی پالے گا۔ بہرحال یہ سورۃ العصر وہ سورت کریمہ ہے کہ جب صحابہ کرامؓ آپس میں ملتے تھے تو اس کو پڑھ لیا کرتے تھے۔ آج تم اور ہم بھی ملے ہیں اور نہیں معلوم آئندہ ہمیں ملنے کا موقعہ ہو گا یا نہیں۔ اس لئے میں نے اس سنت پر عمل کرنے کی نیت سے اس سورت کو پڑھا ہے اور میں نے چاہا ہے کہ وصیت الحق کے طور پر تمہیں سنا دوں۔ سنو! میں اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہوں کہ وہ اپنی ذات میں یکتا' اپنی صفات میں بے ہمتا' اپنے اسماء اور

افعال میں لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْئٌ ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے ملائکہ پر ایمان رکھتا ہوں جو تمام نیک تحریکوں کے محرک ہیں اور ان پر ایمان لانے کی یہی غرض ہے کہ ہر نیک تحریک پر انسان عمل کرے۔ میں اللہ تعالیٰ کے تمام نبیوں پر ایمان رکھتا ہوں خواہ ان کا ذکر قرآن مجید میں ہے یا نہیں۔ وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے راست باز بندے تھے اور انہوں نے مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا کلام اپنے اپنے وقت پر پہنچایا۔ میں اس بات پر بھی ایمان رکھتا ہوں کہ تمام نبوتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئیں۔ بلکہ میں اس بات پر ایمان رکھتا ہوں اور بصیرت اور شرح صدر کے ساتھ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف تمام نبوتوں کے جامع اور خاتم تھے بلکہ آپ خاتم النّبیّن ' خاتم الرسل اور خاتم کمالات انسانی تھے۔ یہ میرا یقین ہے کہ تمام انبیاء اور تمام اولیاء اور تمام انسانی کمالات کے آپ جامع اور خاتم ہیں اور اب آپ کے بعد میرا واہمہ بھی تجویز نہیں کرتا کہ کسی شخص میں ایسے کمالات ہوں۔ میں اس کے متعلق حضرت صاحب کا ایک شعر سناتا ہوں۔

اے در انکار و شکے آں شاہ دیں
خادمان و چاکرانش را بہ بیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کے لئے جب ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کیسے پاک گروہ تھے تو یہ قصہ معلوم ہوتا ہے۔ تمہارا وجود اس گاؤں میں خود گواہی ہے کہ اللہ تعالیٰ احمدؑ کا غلام بننے سے کیا فضل کرتا ہے۔ اسی طرح پر میں خدا کی تقدیر' حشر ونشر' پل صراط' جنت ونار پر ایمان رکھتا ہوں۔ میں اب تم کو اس بات کی طرف متوجہ کرتا ہوں............ کہ میں نے لمبا خطبہ نہیں سنایا۔ میری غرض یہ بھی ہے کہ میرے پھر تقریر کرنے تک اگر کوئی اور تمہیں تقریریں سنائیں یا باتیں بتائیں گے تو ہمارے مذہب اور معتقدات کا یہ معیار ہو گا۔ اگر اس کے موافق کوئی بات ہو تو ہماری طرف سے سمجھو اور اگر اس کے خلاف ہو تو وہ ہمارے عقائد کے مطابق نہیں۔

اسلام چونکہ حق کے اظہار کے لئے آیا ہے جیساکہ اس سورۃ سے ظاہر ہے اس لئے میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جہاں تمہیں دین کی بہت سے باتیں پہنچائی ہیں وہاں ہم تم کو دنیا کی ایک بات سناتے ہیں مگر دنیا کی نہیں ہم اسے دین ہی سمجھتے ہیں اور دین ہی سمجھ کر کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہمارے سارے دنیا کے کام بلکہ دین کے بھی سب کام امن پر موقوف ہیں۔ اگر امن قائم نہ رہے گا تو کوئی کام نہیں ہو سکے گا۔ جس قدر امن بڑھ کر ہوگا اسی قدر حق کا ابلاغ عمدہ طور سے ہوگا۔ اس واسطے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس کے حامی رہے۔ آپ نے طوائف الملوکی میں جو مکہ **معظمہ** میں تھی خود رہ کر عیسائیوں کی سلطنت میں جو حبشہ میں تھی صحابہ کرامؓ کو رکھ کر ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہمیں کس طرح زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ اس زندگی کے فرائض میں سے امن ہے۔ اگر امن نہ ہو تو کسی طرح کا کوئی کام دین یا دنیا کا عمدگی سے نہیں کر سکتے۔ میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ امن کی کوشش کرو۔ امن کے لئے ایک تو طاقت کی ضرورت ہے جو گورنمنٹ کے پاس ہے۔ دوسرے نیک چلنی اور گورنمنٹ کی اطاعت اور وفاداری کی' جو تمہارا فرض ہے۔ میں اس امر کو کسی کی خوشامد کی غرض سے نہیں بلکہ حق پہنچانے کی غرض سے کہتا ہوں کہ امن پسند جماعت بنو تا کہ ہر قسم کی ترقیوں کا تم کو موقع ملے اور چین سے زندگی بسر کرو۔ اس کا بدلہ مخلوق سے مت مانگو بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم کرو اور اسی سے مانگو۔ یہ خوب یاد رکھو کہ بلا امن کوئی مذہب نہیں پھیلتا اور نہ پھول سکتا ہے۔ پس تم امن کے قائم رکھنے میں ہمیشہ گورنمنٹ کا وفاداری سے ساتھ دو۔ میں اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہوں کہ حضرت صاحب کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کے اس احسان کا بدلہ اگر امن کے قائم کرنے کے لئے کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ اس کا نتیجہ ضرور دے گا۔ اور اگر خلاف ورزی کریں گے تو اس کے بد نتیجہ کا ضرور منتظر رہنا پڑے گا۔

پھر اس کے بعد ایک اور بات کہتا ہوں کہ باہم محبت کو بڑھاؤ اور **بغض** کو دور کرو اور محبت بڑھ نہیں سکتی جب تک کسی قدر تم صبر سے کام نہ لو اور صبر کرنے والے کے ساتھ

آپ خدا تعالیٰ ہوتا ہے۔ اس واسطے صبر کرنے والے کو کوئی ذلت اور تکلیف نہیں پہنچ سکتی۔